علمائے کرام کے نام پیغام

آئیے، مل کر حق کا ساتھ دیں!

مولانا محمد مثنیٰ حسّان حفظہ اللہ

ادارہ السحاب، برِصغیر

شعبان 1438ھ



بسم الله الرحمن الرحيم

آیئے، مل کر حق کا ساتھ دیں!

مولانا محمد مثنیٰ حسّان حفظہ اللہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة السلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس ، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء

رواه الشيخان عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما

پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے تعلق رکھنے والے معزز علمائے کرام اور مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابتداءً اکابر علمائے کرام کی وفات پر ہم آپ سب سے تعزیت کرتے ہیں جو امسال ہم سے جدا ہو گئے، جن میں صدق وصفا کے پیکر شیخ الحدیث شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حق گوئی کے علمبردار مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ اور فتنوں کے خلاف بر سرِ پیکار مفتی محمد عیسیٰ گورمانی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ اور ان حضرات سے قبل جہاد و مجاہدین کے سرپرست شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور میں علمائے حق ہی نے امت کی کشتی کو گردابوں سے نجات دلائی ہے اور انھی نے ہر دور میں انبیائے کرام کی وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے دینِ اسلام کی تجدید واحیاء کا کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق کا دنیا سے رخصت ہو جانا ہر دور میں امت کے بڑے حادثات میں سے ہوتا ہے۔

آج جبکہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کو چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اور قیامت سے قربت بڑھتی چلی جا رہی ہے، نت نئے 'فتنے' بارش کی مانند برس رہے ہیں اور ہر میدان میں باطل قوتیں دین وامت سے بر سرِ پیکار ہیں۔ ایسی فضا میں علمائے حق

کے رخصت ہو جانے سے بڑا کوئی حادثہ ہو نہیں سکتا۔ فإنا لله وإنا إليه راجعون! اللهم أجرنا في مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها

اس حادثے کی گہرائی ہم اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم ایمانی بصیرت سے اپنے معاشرے کی صورتحال کا جائزہ لیں۔ قیامِ پاکستان کو پون صدی گزر جانے پر آج صورتحال یہ ہے کہ بے دینی والحاد اپنے جوبن پر ہے، فحاشی وبے حیائی عروج پر ہے، کفری طاقتوں کے محافظوں کا غلبہ ہے، غیر اسلامی 'کفری' نظام اور قوانین کا راج ہے، اس سب پر مستزاد یہ ہے کہ جو کوئی اس ملک میں نفاذِ اسلام کا نام لے کر اٹھے، وہی ملک کا سب سے بڑا غدار، بھارت کا ایجنٹ اور ریاست کا باغی کہلاتا ہے۔ 'ضربِ عضب' نے تو اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ اس ملک میں 'اسلام' کا وہی نسخہ چلے گا جسے 'مغربی کفری طاقتوں' کی منظوری حاصل ہو گی، جو 'اقوامِ متحدہ' کے 'میثاق' پر پورا اترے گا، جو 'جمہوریت' کے سانچے میں ڈھلا ہو گا اور جس کے رخسار پر 'وطنیت' کا غازہ ملا ہو گا۔ اگر اس کے برعکس اس ملک میں اس اسلام کی بات کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا، جو قرآن اور احادیث کے ذخیرے میں محفوظ ہوا، جسے چودہ صدیوں میں علمائے امت نے فقہ کی صورت میں باقی رکھا اور جسے خلفائے اسلام نے 'خلافت' کی شکل میں نافذ رکھا تو ایسے لوگوں کے خلاف ریاست کی حکومت اور افواج کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

ایسے حالات میں تو چاہیے کہ کسی طرف سے وقت کا امام ابو حنیفہ اٹھے اور باطل قوتوں کے خلاف تلوار سونت کر میدان میں اتر آئے، وقت کا امام مالک مقتدر قوتوں کے خلاف فتویٰ دے، وقت کا امام احمد حق گوئی پر استقامت سے ڈٹ جائے... چاہے اس کی سزا کوڑے اور قید ہی کیوں نہ ہو؟ اور وقت کا امام ابن تیمیہ دشمنانِ دین کے کشتوں کے پشتے لگا دے۔ ایسے وقت میں علمائے حق کا دنیا سے رخصت ہو جانا یقیناً بڑا نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلی علیین میں جگہ دیں کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے گفتار اور کردار سے مجاہدینِ اسلام کی سرپرستی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے بھر دیں کہ انھوں نے امریکہ وعالمی طاقتوں کے خلاف امارتِ اسلامیہ افغانستان کی تائید اور جہاد کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا۔ اللہ تعالیٰ مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ پر بیش بہا عنایتیں فرمائیں کہ انھوں نے جمہوریت کے کفر کو اپنے فتاویٰ اور بیانات میں ببانگِ دہل بیان کیا اور آخری دم تک پاکستان میں نفاذِ شریعت کی کوشش جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ مفتی محمد عیسیٰ گورمانی رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی کروڑوں

رحمتیں نازل فرمائیں کہ انھوں نے زندگی بھر بدعات کے سامنے بند باندھا اور 'جہاد' کے خلاف پیدا کیے گئے شبہات کا شریعت کی روشنی میں رد کیا۔ فرحمهم الله رحمة واسعة وأدخلهم فسيح جناة وعوض الأمة عنهم خيرا، آمين

موجودہ حالات میں اس نقصان کے ازالے کے لیے سوچ وبچار کرنا علمائے کرام پر بالخصوص اور مسلمان عوام پر بالعموم لازم ہے۔ اسی حوالے سے چند باتیں علمائے کرام کی خدمت میں عرض ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند اور علمائے کرام جنھوں نے قیامِ پاکستان کی تائید کی تھی، ان کے نزدیک اس کا مقصد محض 'لا الہ الا اللہ' کا نفاذ تھا، یعنی ایسے خطہ زمین کا حصول جہاں اسلام غالب ہو۔ فرنگیوں کی غلامی سے نجات کا مقصد اللہ کی غلامی میں جانا تھا۔ اس دور کی تاریخ کا یہ اس قدر جلی پہلو ہے کہ جس کا انکار کج فہموں اور دین دشمنوں کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، جنھیں اپنے باطل کی تائید کے لیے دن میں سورج کا انکار بھی کرنا پڑے تو اس سے نہیں چوکتے۔

آج پھر مقصد کی یاددہانی اس لیے ضروری ہے کہ جب تک مقصد حاصل نہ ہو جائے، شریعت اور عقل کا تقاضا ہے کہ جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔ مقصدِ لا الہ الا اللہ کا تعین کرنے والوں کے نزدیک نہ کسی ریاستی دستور و آئین کا ایسا تقدس موجود تھا کہ بس اس میں لفظوں کا ہیر پھیر انھیں دھوکہ دے سکے اور نہ مغربی فلسفے کی یہ موشگافی تھی کہ ریاست اور حکومت دو الگ الگ اشیاء ہیں، جن میں سے بیک وقت ایک اسلامی اور دوسری غیر اسلامی یعنی 'کفری' ہو سکتی ہے۔ پس سمجھنا چاہیے کہ قیامِ پاکستان کی جدوجہد کرنے والے علمائے کرام کا قطعاً مقصود یہ نہ تھا کہ بس کاغذ کے دستور میں [محض] کلمہ لکھ دیا جائے اور اس کی بنیاد پر 'ریاست' کی 'کلمہ گوئی' کا اعلان کر کے اسے کو کافی سمجھ لیا جائے... چاہے عملی طور پر کفر کی رٹ قائم رہے، گویا یہی پاکستان کا مطلب کیا؛ لا الہ الا اللہ کی عملی تعبیر ہے۔ نہیں نہیں، ہر گز نہیں۔ ان دونوں باتوں کو تسلیم کر لینا قیامِ پاکستان کے مقصد سے انحراف ہے اور اس مقصد کے حصول میں دھوکہ، فریب اور دجل ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا؛ لا الہ الا اللہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اسلام کا حقیقی عملی کامل نفاذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثِ عصر علامہ سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جنوری ۱۹۷۰ء کے بصائر و عبر میں لکھا تھا:

"تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کسی خطہ زمین کے دار الاسلام ہونے کا مدار اس بات پر نہیں ہے کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کیا ہے، بلکہ اس کا مدار قانونِ اسلام کے نفاذ پر ہے۔ جس ملک میں برسرِ اقتدار طبقہ کی جانب سے عوام کو اسلامی قانون کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے، جہاں کفر اور جاہلیت کا آئین و قانون مسلط ہو اور جہاں کے بے بس عوام مسلسل احتجاج کے باوجود خدائی قانون کے بجائے طاغوتی قانون کے مطابق اپنے مقدمات فیصل کرانے پر مجبور ہوں، اسے ہزار بار مسلمانوں کا ملک کہہ لیجیے، لیکن اسے حقیقی معنی میں اسلامی مملکت اور دار الاسلام کہتے ہوئے حیا آتی ہے"۔[1]

سو جب تک کفری نظام اور قوانین کی جگہ اسلامی نظام اور شریعت کا نفاذ نہیں ہو جاتا، تقسیمِ ہند سے قبل کے ہندوستان اور موجودہ پاکستان کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں۔ اور جب کوئی فرق نہیں تو جو تحریک شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت شروع ہوئی تھی، وہ آئندہ بھی اپنے مقصد کے کامل حصول تک جاری رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان میں لا الہ الا اللہ کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہاں کا مقتدر طبقہ اور فوج ہے جنھوں نے جمہوریت کے نام پر ایک سیکولر لادین کفری نظامِ سلطنت رائج کیا ہوا ہے۔ یہ جمہوریت نہ پہلے کبھی اسلامی تھی اور نہ آئندہ کبھی اسلامی ہو سکتی ہے۔ جس کا جنم مغربی الحاد کی کوکھ سے ہوا ہو، اس کا اسلام سے کیا واسطہ؟

شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ

"کیا انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظم کے تحت اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے؟"

تو آپ نے فرمایا:

"نہیں، ایسا ممکن نہیں ہے۔ نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے"۔

[1] جلد دوم، ص ۴۵، ۴۶

مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ نے تو اعلانیہ حق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جب تک یہ گند جمہوریت، انگریز کا دیا ہوا نظام اس ملک میں رہے گا، اس وقت تک یہ کنواں پاک نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے مردار کتا اس کنویں سے نکالنا پڑے گا، اس کے بعد یہ پانی پاک ہو گا۔ جب تک مردار کتا پانی میں پڑا رہے گا، ہزار ڈول پانی نکالو، علما بیٹھے ہیں، وہ کنواں پاک ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ آپ ناراض نہ ہوں، میں ایک بنیادی بات کرتا ہوں، مختصر کرتا ہوں۔

قرآنِ کریم کے اندر اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ الله۔ اس آیت کے بارے میں حضرت عدی ابن حاتم نے پوچھا۔ (تفسیر) روح المعانی کو اٹھاؤ، تفسیرِ مظہری کو اٹھاؤ، دوسری تفاسیر اٹھاؤ، عربی نہیں سمجھتے تو اردو میں۔ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معارف القرآن اٹھاؤ۔

بہرحال تو حضرتِ عدی ابن حاتم نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم اہلِ کتاب تو کبھی علماء کے سامنے عبادت نہیں کرتے تھے، سجدے نہیں کرتے تھے، ہم تو کبھی اپنے پیروں کی عبادت نہیں کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ کیسے فرماتے ہیں کہ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ الله، کہ انھوں نے اپنے پیروں اور اپنے مولویوں کو رب بنادیا تو کیسے رب بنادیا، ہم نے تو ان کی عبادت نہیں کی۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھوں نے حقِ تشریع، تحریم و تحلیل کا حق پیروں اور مولویوں کو دیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں قانون سازی کا حق مولویوں اور پیروں کو دیا تھا، حرام کو حلال قرار دینا، حلال کو حرام قرار دینا، حقِ تشریع، قانون سازی، آئین سازی کا حق دیا تھا۔ قانون سازی اور آئین سازی کا حق صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے، إن الحكم إلا لله

کوئی کہے گا کہ ووٹ امانت ہے، کوئی کہے گا کہ ووٹ وکالت ہے، کوئی کہے گا کہ ووٹ شہادت ہے۔ ووٹ جو بھی ہے، میں ایک بات پوچھ رہا ہوں، شہادت حق کے بارے میں دی جائے گی، جو باطل نظام ہو، اس کی تائید، ووٹ ڈالنا اس باطل نظام کو تسلیم کرنا ہے کہ یہ باطل نظام درست ہے۔ آپ شہادت کہتے ہیں تو میں شہادت مانتا ہوں، آپ وکالت کہتے ہیں تو میں وکالت مانتا ہوں، آپ امانت کہتے ہیں تو میں امانت مانتا ہوں۔ جو آپ کہتے

ہیں، وہ کہنے دو، لیکن یہ بات بتاؤ کہ جمہوری نظام، یہ غلیظ نظام، انگریز کا دیا ہوا نظام، اس کو گویا عملاً تسلیم کرنا ہے یا نہیں ہے۔

میرے محترم بزرگو بھائیو! قرآن نے آئین سازی اور قانون سازی کے بارے فیصلہ کر دیا ہے۔ اور مسلم الثبوت کی عبارت ہے کہ أجمعت الأمة على أن الحاكم هو الله تعالى۔ مجتہد بھی قانون ساز نہیں، وہ ماہرِ قانونِ شریعت ہے، وہ بتلانے والے ہیں، بنانے والے نہیں۔

ہم بزرگوں کو سلام پیش کرتے ہیں، ہم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں، ہم بزرگوں سے بدگمانی نہیں کرتے، مگر بزرگ کچھ بنیاد، کچھ مجبوری یا ضرورت یا اجتہادی غلطی سمجھو، جو بھی تعبیر کرتے ہو، وہ حصہ لے چکے ہیں، مگر تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ان حضرات کی یہ جدوجہد کامیاب نہیں ہو سکی، جمہوری طریقے سے، لہٰذا لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين ،ایک مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ پچاس سال سے زیادہ گویا ہم نے ووٹ لوگوں سے مانگا، لوگوں نے دیا اور کبھی ایسا بھی موقع آیا کہ ہمیں پچاسی ممبر حاصل ہو گئے، قومی اسمبلی میں کافی اکثریت حاصل ہو گئی، مگر آپ نے دیکھا کہ کون سا اسلامی نظام آیا۔ کہتے ہیں، ہم دفاع کرتے ہیں، دفاع کون سا ہو جاتا ہے، حقوقِ نسواں بل پاس ہوا، کسی نے اس کا سدِباب کیا؟ جواب دو؟ بولنا تو مقصود نہیں، دفاع کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے روک لو۔ دفاع کا معنی تو سمجھ لو، دفاع کا معنی صرف بولنا تو نہیں ہے، دفاع کا معنی تو روکنا ہے۔ کسی نے روکا اس بل کو؟ پاس ہوا یا نہیں پاس ہوا؟

میں یہ گزارش کروں گا کہ خدارا! پہلے حقیقت سمجھو، مولویو! توبہ کرو۔ میں کہتا ہوں، میں جمہوری سیاست میں حصہ لے چکا ہوں۔ سن ۷۰ء میں ممبر تھا مولانا صدر شہید کا اور پاس بھی ہوا، ساٹھ ہزار کی لیڈ سے پاس ہوا۔ لیکن میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس گناہ سے توبہ کر لیا ہے۔ اللہ میری توبہ قبول کرلے۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی توبہ کرلیں اور آیئے، نظامِ خلافت کے لیے تحریک کی بنیاد پر میدان میں آئیں۔

کیوں گھبراتے ہو، آؤمیدان میں، اسلامی نظام آتا ہے یا نہیں آتا۔ تو میں تو یہی درخواست کروں گا اور پاکستان اسلامی بنے گا لیکن کب، آپ لوگ جب جمہوری نظام کو چھٹی دو گے اور یہ گند، یہ مردار کتا کنویں سے نکالنا پڑے گا تو پھر اس کے بعد آپ کو پاک پانی میسر ہو گا۔

میں انگریز کے جمہوری نظام کا مخالف ہوں، انگریز کے جمہوری نظام کا مخالف ہوں، انگریز کے جمہوری نظام کا مخالف ہوں۔"

اس جمہوری نظام کو تو مغربی کفری طاقتوں کی طرف سے بالجبر مسلط کیا گیا ہے اور وہ ہر دم پاکستان کے حکمرانوں اور جرنیلوں سے اسی بات کی ضمانت لیتے رہتے ہیں کہ ان کا عطا کردہ نظام ہی پاکستان میں ہمیشہ رائج رہے۔ یہ حکمران اور افواج اسی مقصد کے لیے پالے جاتے ہیں کہ یہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی ہر آواز کو دبائیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پون صدی میں انھوں نے امریکہ و مغربی آقاؤں کا حقِ نمک بخوبی ادا کیا ہے، علمائے کرام، مجاہدینِ اسلام اور محبِ دین عوام کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا ہے، دین کے نام پر اٹھنے والی ہر تحریک کا قلع قمع کیا ہے... یہاں تک کہ آج پورے دینی طبقے کو کمزور کر کے بالجبر دبانے کی کوشش کی ہے۔

پس ہر پاکستانی کو سمجھنا چاہیے کہ پاکستان میں دینِ اسلام اور اہلِ اسلام کا سب سے بڑا دشمن حکمران طبقہ اور یہاں کی افواج ہیں۔ اور کسی بھی دینی جماعت کے جمہوری سیاست میں شامل ہونے کا فائدہ انھی دشمنانِ دین کو ہے، جبکہ اہلِ دین کے حق میں اس سیاست کا انجام پاکستان میں اسلام کا زوال اور اس کا جنازہ نکل جانا ہے۔

شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اہالیانِ پاکستان کو متنبہ کرنا چاہیے کہ وہ خدارا ان لیڈروں، امریکہ نواز لیڈروں کے دجل وفریب سے باز رہیں۔ کتنی مدت ہوگئی ہے پاکستان بننے کی، اب تک اس ملک میں اس کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نظام نہیں آیا۔ ملک اس مبارک کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا دیا ہے، مگر افسوس حکمرانانِ حکومت نے وعدے کے ساتھ وعدہ خلافی کی اور انگریزی نظام کو اب تک جاری وساری رکھا، جس کے نتیجے میں پاکستان دنیا کی تمام ادنی ترین حکومتوں میں سے بہت زیادہ ذلیل وخوار ہو چکا ہے۔ دن بدن لوگ اسلامی اقدار وروایات

سے جاہل ہو رہے ہیں، نوجوانوں میں انگریزی تہذیب و تمدن ظاہر ہو رہا ہے، نوجوان مسلمان اپنے دین سے بالکل غافل ہے، ان کے چہروں پر اسلامی تشخص کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی۔ اور یہ لیڈر جو بڑے بڑے دعوی کرتے ہیں اور امریکہ نواز ہیں، ان کے منہ میں اسلام اور اللہ کا نام تک نہیں ہے، لوگوں کو کب تک یہ دھوکہ دے رہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان غداروں کے دجل و فریب سے باز آئیں۔ خدارا اس ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانا چاہیے۔

اس ملک میں قرآن و حدیث کے نظام کو قائم فرمائیں۔ پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنائیں۔"

تیسری بات یہ ہے کہ اس وقت پاکستانی معاشرے میں دین کا نام لینے والوں کے خلاف پوری ریاستی مشینری جنگ کر رہی ہے اور اگر اہلِ دین کی طرف سے مزاحمت کی جائے تو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے عدمِ تشدد کے فلسفے کا پرچار شروع ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ عدمِ تشدد کا نظریہ دینِ گاندھی کا ہے، اسلام کا نہیں۔ عدمِ تشدد کا نظریہ تو 'جہاد' کی ہر شکل کا انکار ہے۔ وہ جہاد جو اسلام کا ایک محکم فریضہ ہے اور جس کے بغیر اسلام ہی نامکمل ہے۔

دینی طبقے کو دھوکہ دینے کے لیے عدمِ تشدد کے اس فلسفے کو برصغیر میں بیسویں صدی کے مجدد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ واللہ! یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ وہ شخص تو اپنی موت کے وقت بھی یہ حسرت وافسوس کرتا ہوا چل دیا کہ کاش میں میدانِ قتال میں ہوتا اور دشمن کی طرف سے میرے جسم کے ٹکڑے کر دیے جاتے۔ ساری زندگی یہی آرزو جس کے سینے میں سلگتی رہی اور اس نے پاکستان کے قبائل (یاغستان) میں برطانیہ کے خلاف پورا جہادی میدان سجایا اور خود اس کی میدانی قیادت کرنے کے لیے بے تاب رہا، یہ کیسا ظلم ہے کہ اس کی طرف عدمِ تشدد کے نظریے کی نسبت کی جائے۔ نہ یہ شیخ الہند کا نظریہ ہے اور نہ ہی ان کے تلامذہ کا نظریہ ہے اور نہ ہی اہل السنۃ والجماعۃ کے کسی مکتبِ فکر کا نظریہ ہے۔

کفری طاقتیں تو چاہتی ہی یہ ہیں کہ وہ اہلِ اسلام کے ساتھ جس قدر چاہیں ظلم کرتی رہیں، لیکن جواب میں کہیں مسلمان قتال کا راستہ نہ اختیار کر لیں، کیونکہ کفر اور کفری نظام کی موت جہاد و قتال ہی میں ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے لیے ضروری ہے کہ یہاں کے علمائے کرام اور دینی طبقے میں اتحاد واتفاق قائم کیا جائے اور اس معاملے میں ہر قسم کے اختلاف سے بچا جائے۔ نفاذِ دین وشریعت کے معاملے میں کسی قسم کا بھی اختلاف پورے دینی طبقے اور پوری دینی تحریک کے لیے سمِ قاتل ہے۔ نفاذِ شریعت کے لیے قوت کا استعمال کیا جائے یا زبان و قلم کا استعمال کیا جائے... یہ ایک ہی طریقِ کار کے دو درجات ہیں، اس میں طریقِ کار کا کوئی اختلاف نہیں، دونوں ایک دوسرے کو تقویت دینے والے ہیں۔ اس میں اختلاف پیدا کر کے ایک کا دوسرے کی مخالفت کرنا شریعت کی رو سے ہر گز جائز نہیں۔

ایسے میں علمائے کرام سے التماس ہے کہ پاکستان میں دین کی جدوجہد کرنے والے... خواہ وہ اہلِ مدارس ہوں یا مجاہدین... ایک ہی قوت ہیں اور انھیں ایک ہی قوت ہونا چاہیے۔ اس وقت دشمنِ دین پاکستانی حکمران اور افواج کی کوشش یہ ہے کہ وہ دینی طبقے کو تقسیم کر دیں، ان کی وحدت کو منتشر کر دیں اور ان کی قوت کمزور کر دیں۔ اور اگر خدانخواستہ وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پاکستان میں نفاذِ شریعت کی منزل کئی سالوں کی دوری پر چلی جائے گی۔

لہٰذا یہ وقت فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی کا ہے، میدانِ عمل میں نکلنے کا ہے، دشمنانِ دین کے مقابل ایک دوسرے کا دست وبازو بننے کا ہے۔ چاہیے کہ پاکستان میں جاری نفاذِ شریعت اور اقامتِ دین کی جنگ میں پورا دینی طبقہ مجتمع ہو جائے۔ جس کے بس میں ہو، وہ ہاتھ کی قوت استعمال میں لائے اور جس کے بس میں ہو، وہ زبان کی قوت استعمال میں لائے اور جس کے بس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو کفر واسلام کی جنگ میں دل سے مجاہدینِ اسلام کے ساتھ ہو جائے، نفاذِ شریعت کے لیے دعا گو ہو جائے اور اپنے دل سے پاکستانی حکمرانوں اور افواج کے خلاف ہو جائے، جمہوری سیاست اور انسانی دستور و قوانین کے لیے دل میں نفرت پیدا کر لے۔

آخر میں ہم شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری باضابطہ خطبے کا ایک اقتباس حضراتِ علما کے سامنے پیش کر کے اجازت چاہیں گے جو آج بھی علمائے کرام کو دعوتِ عمل دے رہا ہے۔ یاد رہے کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھ پر برطانیہ کے مقابلے میں برصغیر کے تمام مکاتبِ فکر اور تحریکی قوتیں جمع ہوئی تھیں اور جو اس خطے میں اعلائے کلمۃ اللہ اور آزادی کا ایک استعارہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"آج بھی ایک میدانِ عمل تمہارے سامنے ہے۔ ابتلاء وامتحان کی کڑی منزل درپیش ہے مگر آپ ڈر نہ جائیں۔ صرف اپنے آقائے نامدار اور خاتم النبیین ﷺ کے حالات پر غور کریں۔ آپ کو مشرکینِ عرب نے اس قدر سخت تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ مگر آپ ان تمام جاں گداز تکلیفوں کو نہایت استقامت کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنے فرضِ تبلیغ کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ کفارِ مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کر آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت آپ خدا تعالیٰ کے حکم سے مکان چھوڑ کر تشریف لے گئے اور تین دن غارِ ثور میں رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہ زمانہ مسلمانوں کے لیے سخت ابتلا وآزمائش کا زمانہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور مالی حالت نہایت تنگی کی تھی، مگر ان کے ایمان پختہ اور قلب مطمئن تھے۔ ان کی صداقت اور استقامت کی برکت تھی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور ذلیل وخوار ہو کر مغلوب ہوئے اور خدا کا نور تمام دنیا میں پھیل گیا۔ میری غرض صرف اس بیان سے یہ ہے کہ اگر آج مسلمانوں کے ایمان پختہ ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ کے وعدۂ نصرت [کان حق علینا نصر المؤمنین] پر ان کو پورا بھروسہ ہو جائے اور تکالیف کے برداشت میں ذرا صبر واستقامت سے کام لیں تو ان کی کامیابی یقینی ہے۔

دشمنانِ خدا ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن خدائے تعالیٰ کی نصرت اور توفیق سے مومنین کی قوتِ ایمانی اور استقامت ہمیشہ ان کوششوں کے سامنے سدِ سکندری ثابت ہوئی ہے۔ اسلام خدا کا نور ہے جو ان کورچشموں کی معاندانہ پھونک سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔

فرزندانِ توحید! آج تمہارے ایمان واخلاص کا امتحان ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال وجبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

اگر تم کو میدانِ محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، اگر تم کو رسولِ پاک ﷺ کی استقامت کی آرزو ہے تو اس کے پاک دین کی حفاظت کرو، اس کے مقدس احکامات کی اطاعت کرو، اس کی امانتِ توحید کو برباد نہ ہونے دو اور اس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے جو لوگ کہ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں، وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک دھبہ لگاتے ہیں۔

ان کے فرائض صرف نماز، روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان پر ہے، وفقني الله وإياكم لما يحب ويرضى "۔[2]

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا محمد!

شعبان 1438ھ

[2] شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی؛ ایک سیاسی مطالعہ، ص ۲۱۰، ۲۱۱، مجلسِ یادگار شیخ الاسلام، پاکستان